© rasailojaraid.com

خلیفۂ راشد و عادل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ
قبولِ اسلام، سیرت و خدمات

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ نسبتی، مدبّرِ اسلام، فاتحِ عرب وعجم، کاتبِ وحی، خال المسلمین، خلیفہ سادس، راشد وعادل و برحق امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین قریشی ہیں۔ آپ کے والدین سیدہ ہند رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ دونوں چوتھی پشت میں جبکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خود پانچویں پشت میں ''عبد مناف'' پر جا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں شامل ہوجاتے ہیں۔

ان کی ولادت اصح قول کے مطابق بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سال قبل مکہ مکرّمہ کے قریب ''منیٰ'' میں مقام خِیف پر ہوئی۔

سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نہ صرف اپنے قبیلے ''بنوامیّہ'' کے سردار تھے بلکہ جملہ قبائلِ قریش کے عسکری نظام کے منتظم اور سپہ سالار تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے لختِ جگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی جس کی بناء پر موصوف رضی اللہ عنہ نے شہ سواری، تیراندازی، شمشیرزنی، خطابت اور نسب دانی میں کمال حاصل کرلیا تھا۔ فنِ کتابت میں تو موصوف رضی اللہ عنہ کے دادا حرب بن اُمیّہ قریش مکہ کے استاذ تھے۔ علاّمہ بلاذری کے مطابق آغازِ اسلام میں فنِ کتابت جاننے والے قریش کے سترہ افراد میں سے سات کا تعلق بنواُمیّہ سے تھا جبکہ باقی دس افراد کا تعلق دیگر قبائل کے ساتھ۔ (فتوح البلدان، ص: ۶۶۵)

گویا فنِ کتابت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا گھریلو شعبہ تھا انھوں نے اس فن میں مزید مہارت حاصل کی بلکہ مولانا عبدالقدوس ہاشمی کی تحقیق کے مطابق انہوں نے ایک جدید طرز کتابت پیدا کرلیا تھا جسے ''خطِ دیوان'' کہا جاتا ہے۔ (چند مکاتیب، ص: ۶۷)

سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے سپہ سالار قریش ہونے کی حیثیت سے اسلام کے مخالف تھے لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذاتی وخاندانی مصاحبت رکھنے کے علاوہ دیگر مشرکین مکّہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدسلوکی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مکّہ میں مسلمانوں کی ایذادہی میں سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ یا ان کی اولاد کا نام شامل نہیں ہے بلکہ مکّہ کے اوباش جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدتمیزی کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مظاہرہ کرتے ہوئے مکہ کے گلی کوچوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں پناہ گزیں ہوجاتے اور سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ مسلمان نہ ہونے کے باوجود اس قدر شرافت کا مظاہرہ کرتے کہ فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے اور گلی کے اوباشوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر بھگا دیتے۔ چنانچہ علاّ مہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ:

''انما قال النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ والہ وسلم من دخل دار ابی سفیان فھو اٰمن لان النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ والہ وسلم کان اذا آوی بمکۃ دخل دار ابی سفیان'' (الاصابۃ جلد۲، ص:۱۷۹۔ تحت صخر بن حرب)

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب علاّ مہ مقریزی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> ''جب کبھی آوارہ لڑکے مکہ کی گلیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں پناہ لیتے تھے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت واحترام کے ساتھ بٹھا دیا کرتے تھے اور ان اشرار کو ڈانٹ کر بھگا دیا کرتے تھے۔ اکثر اوقات ''دار ابی سفیان'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دارالامان ثابت ہوا۔'' (خطبات بہاول پور، ص:۳۰۴۔ زیرِ اہتمام: اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور)

اس حسن سلوک کا بدلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکّہ کے موقع پر یہ اعلان کر کے چکا دیا کہ:

''من دخل دار ابی سفیان فھو اٰمن'' (صحیح مسلم کتاب الجہاد، باب: فتح مکۃ)

جو شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوگا اس کے لیے بھی امن ہے۔

اسلام کے آغاز ہی میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں اسلام کی آواز پہنچ چکی تھی اور اس آواز پر ان کی بہنیں سیدہ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فارعہ رضی اللہ عنہا، ماموں سیدنا ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر قریبی رشتہ دار لبّیک کہہ چکے تھے۔ اس لیے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان حالات کا بغور جائزہ لیتے رہے جبکہ ان کے باقی افراد خاندان دیگر مشرکین کے ساتھ اسلام کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ مگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ عظیم خصوصیت ہے کہ آپ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے کبھی کسی موقع پر حتیٰ کہ کسی جنگ میں بھی مسلمانوں کے خلاف حصہ نہیں لیا۔

غزوہ بدر کے بعد مشرکینِ مکّہ کی قیادت سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئی تھی، احد کی جنگ خالصتاً ایک انتقامی جذبے کے تحت لڑی گئی تھی، والد قائد تھے، والدہ سمیت دیگر خواتین نے بھی اس جنگ میں شرکت کی تھی بلکہ بدر میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا عبّاس رضی اللہ عنہ، داماد سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بھی ابوجہل کی زیرِ قیادت مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لے چکے تھے لیکن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام بہادری اور شجاعت کے باوجود کسی معرکہ میں نہیں ملتا۔

مولانا شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ:

> ''تاہم اس قدر یقینی ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی اسلام سے دشمنی کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اسلام سے کوئی خاص عناد نہ تھا۔ چنانچہ ان کے اسلام لانے سے پہلے بدر واُحد وغیرہ بڑے بڑے معرکے ہوئے لیکن ان میں سے کسی میں مشرکین کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرکت کا پتہ نہیں چلتا۔''

(سیر الصحابہ حصہ ششم، ص:۴۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

''**و معاوية لم يعرف له قبل الاسلام اذى للنبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلم لا بيد ولا بلسان......ولا يعرف عنه ولا عن اخيه يزيد بن ابى سفيان انهما اٰذيا النبيّ كما كان يؤذيه بعض المشركين**'' (منہاج السنۃ، الجزء الثانی۔ جلد:۱،ص:۲۱۴،۲۱۷)

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کا کوئی واقعہ ثابت نہیں ہے نہ ہاتھ سے اور نہ زبان سے......سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ دونوں کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا ثابت نہیں ہے جیسا کہ بعض مشرکین انہیں ایذا پہنچایا کرتے تھے۔''

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہ صرف یہ کہ ایذا دہی کا کوئی واقعہ ثابت نہیں ہے بلکہ قریش کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاشرتی مقاطعہ (جب تجارت، لین دین، رشتے ناتے اور میل ملاپ سب بند ہو چکا تھا) جیسے کٹھن اور مشکل ترین وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سعادت مند داماد ابوالعاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اناج اور کھجوریں شعب بنی ہاشم میں پہنچایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ محصوری کی پوری مدت دو، تین سال تک جاری رہا۔ (ملاحظہ ہو: حیات النبی،ص:۵۲،مؤلفہ میاں محمد سعید)

دشمنانِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ انہیں زیادہ سے زیادہ بدنام کیا جائے اور ان کے نام کے ساتھ کسی فضیلت کو جمع نہ ہونے دیا جائے۔ وہ انہیں اسلام دشمن ثابت نہ کر سکے، انہیں کسی معرکے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدمقابل نہ دکھا سکے تو یہ مشہور کر دیا گیا کہ وہ مجبور ہو کر فتحِ مکّہ کے موقع پر اپنے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام لائے اور وہ مؤلفۃ القلوب اور ''طلقاء'' میں سے تھے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے بعد اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔

امام اہلِ سنّت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی لکھتے ہیں کہ: ''معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما قرشی اُموی صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے اور ان کے والد فتحِ مکّہ میں مسلمان ہوئے۔'' (ازالۃ الخفاء، جلد:۱،ص:۴۷۲)

ابن اثیر جزری (م ۶۳۰ھ) لکھتے ہیں کہ: ''**وكان معاوية يقول انه اسلم عام القضية و انه لقى رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم مسلما و كتم اسلامه من ابيه و اُمّه**'' (اسد الغابہ، جلد:۴،ص:۳۸۵۔تحت تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما)

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ عمرۃ القضاء کے موقع پر اسلام لائے اور انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحیثیت مسلمان ملاقات کی اور اپنے اسلام کو اپنے والدین سے مخفی رکھا۔''

علاّمہ ابن حجر عسقلانی براویت ابن سعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنا قول نقل کرتے ہیں کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''لقد اسلمت قبل عمرة القضية'' (الاصابہ جلد:۳،ص:۴۳۳)

''میں نے عمرۃ القضاء سے پہلے اسلام قبول کرلیا تھا۔''

نیز ملاحظہ ہو: نسب قریش،ص:۱۲۴، تاریخ بغداد، جلد:۱،ص:۲۰۷، البدایۃ والنہایۃ، جلد:۸،ص:۱۱۷)

شیخ احمد بن حجر ہیتمی مکّی لکھتے ہیں کہ:

''واقدی کی روایت کے مطابق (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا) حدیبیہ کے بعد کا ہے اور ان کے علاوہ دیگر حضرات کا خیال ہے کہ وہ حدیبیہ کے دن اسلام لائے اور اپنے اسلام کو فتح مکّہ تک اپنے والدین سے پوشیدہ رکھا۔'' (تطہیر الجنان، ص:۷، تحت فی اسلام معاویۃ رضی اللہ عنہ)

ڈاکٹر احمد عبدالرحمٰن عیسیٰ استاذ جامعہ امام محمد بن سعود لکھتے ہیں کہ:

''یقول انه اسلم عام عمرة القضية ۷ ھ وانه لقی رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم بمكة مسلما و لكن كتم اسلامه عن اُمه و ابيه وليس هٰذا ببعيد'' (کتاب الوحی، ص:۳۰۶)

''اور وہ (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ انھوں نے عمرۃ القضاء کے سال ۷ھ میں اسلام قبول کیا اور انھوں مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحیثیت مسلمان ملاقات کی لیکن اپنے اسلام کو اپنے والدین سے پوشیدہ رکھا اور یہ کوئی بعید بات نہیں ہے۔''

مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان فرماتے ہیں کہ:

''صحیح بخاری میں ہے کہ اگلے سال عمرہ قضاء میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک قینچی سے تراشے تھے۔ یہ واقعہ عمرہ قضاء ہی کا ہے کیونکہ حجۃ الوداع میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق فرمایا ہے۔'' (تفسیر معارف القرآن، جلد ہشتم، ص:۹۰۔ سورۃ الفتح، آیت:۲۷)

مفتی احمد یار خان بدایونی بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''صحیح یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاص صلح حدیبیہ کے دن اسلام لائے......امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حدیبیہ کے دن اسلام لانے کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے فارغ ہوتے وقت سر شریف کے بال کاٹے مروہ پہاڑی کے پاس۔ نیز وہ حدیث بھی دلیل ہے کہ جو بخاری شریف نے بروایت طاؤس، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حجامت کرنے والے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حجامت عمرۃ القضاء میں واقع ہوئی جو صلح حدیبیہ سے ایک سال بعد ہوا۔ کیونکہ حجۃ الواداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قِران کیا تھا اور قارن مروہ پر حجامت نہیں کرواتے بلکہ منیٰ میں دسویں ذی الحجہ کو کراتے ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوادع میں بال نہ کٹوائے تھے بلکہ سر منڈایا تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حجامت کی تھی تو لامحالہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر شریف کے بال تراشنا عمرہ قضاء میں فتح مکہ سے پہلے ہوا۔ معلوم ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ......نہ فتح مکہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مؤمنین میں سے ہیں نہ مؤلفۃ القلوب میں سے'' (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ص: ۳۸۔۴۰)

مذکورہ بالا تمام تصریحات سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے پہلے عمرۃ القضاء کے موقع پر اسلام قبول کرلیا تھا۔ عام مؤرخین کے اقوال کے مقابلے میں خود صاحبِ معاملہ کے اپنے قول کو ترجیح دینا ہی زیادہ صحیح ہے۔ سبائیت زدہ مؤرخین اور سکالرز کا اس پر بس نہیں چل رہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی پوزیشن کو کس طرح گرایا جائے۔ کبھی تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد ایمان لانے کی وجہ سے مؤلفۃ القلوب اور طلقاء میں شامل ہیں اور کبھی ایمان کا قبل از فتح مکہ اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ ''کتمانِ ایمان'' کا الزام بھی عائد کردیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرۃ القضاء میں مروہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تراشے تو اخفائے امان کہاں باقی رہا؟ گویا ان کا ایمان بھی سانپ کے منہ میں چھچھوندر کی مثل ہوگیا ہے نہ اگلتے بنتی ہے اور نہ نگلتے بنتی ہے۔ اسی لیے سمجھدار حضرات نے یہ کہہ کر جان چھڑالی کہ ''اسلم قبل الفتح'' وہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔ علاوہ ازیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں مستقل قیام بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انھوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کرلیا تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو ہجرت کی اجازت نہیں دی تھی۔

قبولِ اسلام کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کردیا۔ سفر وحضر میں ساتھ رہے۔ فتح مکہ کے بعد تمام غزوات حنین، طائف اور تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں بھرپور حصہ لیا۔ مدینہ منوّرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کاتبِ وحی، باہر سے آئے ہوئے وفود کی خاطر مدارات اور ان کے قیام وطعام کے اہتمام پر مامور فرمایا۔ ملاحظہ ہو: تاریخ اسلام، مؤلفہ: مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی، جلد: ۲، ص: ۲۶)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حج بھی ادا فرمایا جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری لکھتے ہیں کہ:

> ''پھر ظہر سے پہلے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی طرف اپنی ناقہ پر سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو بٹھایا ہوا تھا اور جاکر طواف افاضہ کیا۔ اسی کو طواف زیارت کہتے ہیں۔'' (ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد چہارم، ص: ۷۶۸)

حضرت وائل رضی اللہ عنہ جو حضرموت کے آخری تاجدار کے بیٹے ہیں جب قبولِ اسلام کے بعد اپنے وطن واپس جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سردارانِ حضرموت پر ان کی سرداری کو بحال رکھا۔ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میری بہت سی املاک پر میرے عزیزوں نے غاصبانہ قبضہ کررکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم کو اس سے بھی زیادہ دوں گا۔'' پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ایک دوسرا خط لکھیں جس میں انہیں ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قطعہ اراضی دینے کا حکم دیا گیا اور اس پر عمل درآمد کے لیے ان کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

ملاحظہ ہو: (جامع ترمذی، جلد:۱، ص:۱۶۶۔ باب: ماجاء فی القطائع من ابواب الاحکام، تاریخ کبیر از بخاری، جلد:۴، ص:۱۷۵۔ الاصابہ، جلد:۳، ص:۳۲۹۔ تحت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان واخلاص اور ان کی اہلیت وقابلیت کے پیشِ نظر انہیں اہم مناصب عطا فرمائے۔ دورِ صدّیقی میں جنگِ یمامہ میں منکرین ختم نبوت اور مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ لیا اور ایک روایت کے مطابق مسیلمہ کذاب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کیفرِ کردار کو پہنچا۔ (فتوح البلدان از بلاذری اردو۔ ص:۱۴۰)

شام کی طرف فوج کشی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی معاونت اور مزید کمک کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیرِ امارت ایک لشکر روانہ فرمایا۔

(تاریخ طبری، جلد۴، ص:۳۰۔ تحت ۱۳ھ، البدایہ والنہایہ، جلد:۷، ص:۴)

دور فاروقی میں بھی اسی محاذ پر مجاہدانہ سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے حتیٰ کہ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ ان کے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس علاقہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ حمص کے گورنر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر کے ان کی جگہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو والی مقرر کر دیا تو لوگ اس تبدیلی پر معترض ہوئے اور نئے والی کو سخت سست کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”لا تذکروا معاویة الّا بخیر فانی سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اللّٰھم اھد بہ“ (جامع ترمذی۔ ابواب المناقب، باب: معاویۃ بن ابی سفیانؓ)

”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ خیر وخوبی کے بغیر مت کیا کرو کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! ان کے ذریعے سے ہدایت عطا فرما۔“

بعد میں حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کا علاقہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

”شرجیل رضی اللہ عنہ کو کسی ناراضی کے سبب معزول نہیں کیا گیا البتہ ایک مضبوط سیاسی گورنر کی ضرورت کے تحت ایسا کیا گیا ہے۔“ (الفاروق محمد حسین ہیکل، جلد:۱، ص:۲۹۸)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دورِ فاروقی میں کتابت کے فرائض بھی انجام دیے۔ بیت المقدس کا معاہدۂ امن بھی آپ رضی اللہ عنہ نے ہی تحریر کیا تھا۔

اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ:

”اس عہد نامے پر حضرت خالد بن ولید، عمرو بن عاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کے دستخط بطور گواہ ثبت ہوئے۔“ (تاریخِ اسلام، حصہ اوّل۔ ص:۳۰۹)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے پورے دورِ خلافت میں نہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کی گورنری پر برقرار رکھا بلکہ کچھ مزید علاقے بھی ان کی ماتحتی میں دیے۔ ملاحظہ ہو:

(سیر اعلام النبلاء، جلد:۳،ص:۸۸۔ الاصابہ، جلد:۳،ص:۴۳۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ:

''انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم کان معصوما فولّانی فادخل فی امرہ ثم استُخلِفَ عمر فولّانی ثم استُخلِفَ عثمان فولّانی فلم آل لاحد منھم ولم یولّنی الّا وھو راض عَلَیَّ'' (طبری، جلد:۵۔ص:۸۷)

''نبی اکرم معصوم تھے انھوں نے مجھے حاکم اور والی بنایا اور اپنے کام میں داخل کیا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے انھوں نے بھی مجھے حاکم بنایا۔ ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے انھوں نے بھی مجھے والی مقرر کیا۔ ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی مجھے حاکم بنایا۔ پس میں ان میں سے جس کے لیے والی بنا اور جس نے بھی مجھے والی بنایا وہ سب مجھ سے راضی رہے۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی تاریخ میں سب سے پہلی مرتبہ بحری محاذ کا آغاز ہوا جو یقیناً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک عظیم الشان، یادگار، شاہکار اور غیر فانی تاریخی کارنامہ ہے جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بایں الفاظ بشارت دی تھی کہ:

''اوّل جیش من اُمّتی یغزون البحر قد اوجبوا'' (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب: رکوب البحر، جلد:۱،ص:۴۰۵)

میری اُمّت کا سب سے پہلا لشکر جو سمندری جہاد کرے گا اس کے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔'' یہ حدیث دیگر کتب کے علاوہ صرف صحیح بخاری میں سات مختلف مقامات پر آئی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو سب سے پہلے انہیں ''قصاص'' کے مسئلہ سے دوچار ہونا پڑا اور تقریباً پورا دور اسی مسئلہ کی نذر ہو گیا۔ جنگِ جمل اور جنگِ صفّین جیسے دل خراش واقعات رونما ہوئے جن میں ہزاروں مسلمان جامِ شہادت نوش کر گئے۔ اس اختلاف کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ اور ان کے احباب کے اسلام وایمان کی گواہی دی اور بہ تکرار فرمایا: ''وہ ہمارے دینی بھائی ہیں، ہمارے مقتول اور ان کے مقتول دونوں جنتی ہیں۔'' (مجمع الزوائد، جلد:۹،ص:۳۵۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگِ صفّین کے بعد حسب ذیل سرکلر جاری کر کے اسے تمام شہروں میں نشر کرایا:

''والظاھر انّ ربنا واحد و نبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ لا نستزیدھم فی الایمان باللّٰہ والتصدیق برسولہٖ ولا یستزیدوننا الامر واحد الّا ما اختُلفنا فیہ من دم عثمان و نحن منہ براء'' (نہج البلاغۃ، جلد:۲،ص:۱۱۴)

''(ہمارا اور اہلِ شام کا جو مقابلہ ہوا) ظاہر ہے کہ ہمارا رب ایک ہے، ہمارے نبی ایک ہیں اور ہماری دعوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے پر نہ ہم ان سے زیادہ ہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں۔ ہمارے اور ان کی دینی حالت ایک جیسی ہے مگر خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا ہے حالانکہ ہم اس سے بری ہیں۔''

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے نہ صرف ان مصالحت کی بلکہ اپنی خلافت ان کے سپرد کر کے اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سمیت ان کے ہاتھ پر باقاعدہ بیعت بھی کر لی اور دونوں بھائی تادمِ واپسیں اس بیعت پر قائم رہے۔ اس طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کے کامل مصداق بن گئے:

''انّ ابنی ھٰذا سید لعلّ اللّٰہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین''

(صحیح بخاری، کتاب الصلح۔ باب: قول النبی للحسن بن علی ابنی ہذا سید......)

''یقیناً میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرا دے گا۔''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ صلح بیعت بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان و اخلاص کی عظیم دلیل ہے۔ اسی طرح دیگر صحابۂ کرام اور تابعین عظام بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان و اخلاص کی گواہی دیتے رہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ ایمان و اخلاص عارضی اور وقتی ہرگز نہ تھا بلکہ دائمی تھا اور وہ اس پر اپنی وفات تک قائم رہے۔

اُمّتِ مسلمہ کا بلا اختلاف اور متفقہ طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی رسول تسلیم کر لینا ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کی وفات ایمان و اسلام پر ہوئی کیونکہ صحابی کہتے ہی اس کو ہیں جس نے بحالت ایمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور ایمان و اخلاص پر ہی اس کی وفات بھی ہوئی ہو۔ اس پر ایک مستقل مضمون آئندہ شمارے میں آ رہا ہے (انشاء اللہ) تاہم یہاں زیرِ بحث عنوان کی مناسبت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات علی الاسلام پر چند شواہد ہدیۂ قارئین کیے جاتے ہیں: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جس نبوی پیش گوئی کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت اور ان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کی تھی اس میں واضح طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کو بھی بلسانِ نبوّت ''مسلمانوں کا ایک عظیم گروہ'' قرار دیا گیا تھا۔ اگر کوئی معاند اس سے یہ نتیجہ اخذ کرے کہ ''گروہِ معاویہ رضی اللہ عنہ'' کے مسلمان ہونے سے خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی مخلص مسلمان ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس بات کا آسان جواب یہ ہے کہ جب بشہادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے دونوں عظیم گروہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائد اور خلیفہ تسلیم کر لیا تو بجائے خود یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخلص مؤمن و مسلم ہونے کی ایک بہت بڑی شہادت ہے۔ کیا ایک لمحہ کے لیے بھی یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دونوں عظیم گروہوں نے امور خلافت ایک ''غیر مسلم'' کو سونپ دیے تھے؟

پھر کیا اس طرح کی ''موشگافی'' دوسرے عظیم مسلم گروہ کے ''قائد'' کی طرف نہیں کی جا سکتی؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''فما هو جواب الخصم فهو جوابنا''

کم ازکم کوئی مؤمن بالقرآن دونوں طرف اس طرح کی موشگافی نہیں کرسکتا۔

باقر مجلسی کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست برداری اختیار کرتے ہوئے جو معاہدہ کیا تھا اس میں اس بات کی تصریح بھی کی گئی تھی کہ:

''ہم ان (یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ) سے اس وقت تک کوئی تعرض نہیں کریں گے جب تک وہ لوگوں کے درمیان کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور خلفائے راشدین کے طریقے کے مطابق حکومت کریں گے'' (جلاء العیون، ص:۲۵۴)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ دس سال تک اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیس سال تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بقیدِ حیات رہے لیکن کوفیوں اور سبائیوں کی طرف سے اشتعال دلانے اور اُکسانے کے باوجود انھوں نے نہ صرف یہ کہ کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ ہر سال دمشق بغرض ملاقات تشریف لے جاتے رہے۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے اس طرزِ عمل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تادمِ واپسیں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور سنت خلفائے راشدین کے متبع رہے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ غیر اختیاری اور طبعی امور میں بھی اتباع سنت کے خواہش مند اور متمنی رہے۔ جب وہ تریسٹھ سال کی عمر میں داخل ہوئے تو ان کے دل میں ایک شدید خواہش پیدا ہوئی (اور یہ ان کی خلافت کے بالکل آغاز کا واقعہ ہے) جسے امام ترمذی نے نقل کیا ہے:

''عن جرير عن معاوية انه سمعه يخطب قال مات رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلم وهو ابن ثلاث و ستين و ابوبكر و عمر و انا ابن ثلاث و ستين''

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ خطبہ میں فرمایا کہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا وصال بھی تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ اور میری بھی اس وقت تریسٹھ سال کی عمر ہے۔''

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کیا بعید ہے کہ مجھے بھی یہ طبعی اتباع نصیب ہوجائے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی اس لیے کہ ان کا وصال تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں ہوا۔ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر اس حدیث میں نہیں کیا حالانکہ ان سے بہت خصوصیت تھی۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقال ۸۰ سال سے زیادہ عمر میں ہوا۔''

امام ترمذی کی غرض اس روایت کے ذکر کرنے سے پہلی روایت کی تائید اور تقویت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا اور اس بارے میں طبعی اتباع حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو بھی نصیب ہوا۔''

(شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۴۱۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری بیماری میں فرمایا کہ:

''جو شخص اللہ سے ملنے کی تمنا کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنے کا متمنی رہتا ہے لہٰذا اے اللہ! اب مجھے تجھ سے ملنے کی آرزو ہے تو بھی آغوش پھیلا دے اور ملاقات میں برکت عطا فرما۔''

پھر جب وقت آخر ہوا تو فرمایا:

مجھے بٹھا دو چنانچہ وہ بٹھا دیے گئے۔ دیر تک ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے پھر رونے لگے اور دعا کی:

''اے پروردگا! اپنے اس بندے پر رحم کر، الٰہی اس کی غلطیاں معاف کر دے، اس کے گناہ بخش دے، اپنے وسیع حلم کو اس کے شاملِ حال کر جس نے تیرے سوا کسی سے امید نہیں رکھی، تیرے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کیا۔ پھر اپنے خاندان والوں کو وصیت کی کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرتے رہنا کیونکہ اللہ خوف والوں کو مصائب سے بچاتا ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا اس کا کوئی مددگار نہیں۔''

امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بوقت وفات کبھی ایک رخسار زمین پر رکھتے اور کبھی دوسرا اور روتے ہوئے یہ دعا کرتے کہ:

''اللّٰھم انک قلت فی کتابک وقولک الحق: ''اِنَّ اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء'' اللّٰھم فاجعلنی فیمن تشاء ان تغفر لہ'' (البدایہ والنہایہ، جلد:۸، ص:۱۴۲)

''اے اللہ آپ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور آپ کا فرمان برحق ہے۔ بے شک اللہ نہیں معاف کرتے اس بات کو کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ اس کے علاوہ دوسرے گناہ جس کے لیے چاہیں معاف فرما دیتے ہیں تو مجھے ان لوگوں میں شامل فرما دیجیے جن کو آپ بخشش دینا چاہیں گے۔''

آخری وقت اس دعا سے جہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اللہ پر، کتاب اللہ پر، بعث بعد الموت پر اور جزا و سزا کے برحق ہونے پر کامل ایمان وایقان ثابت ہوتا ہے وہیں ان کے شرک سے بے زار ہونے کا بھی علم ہوتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں یہ دعائیہ الفاظ آئے ہیں کہ:

''اے اللہ میری خطائیں معاف فرما، اپنے حلم کے صدقے اس شخص کے جہل سے درگزر فرما جس نے آپ کے سوا کسی سے اُمید نہیں رکھی۔ یقیناً آپ کی مغفرت بڑی وسیع ہے۔ کسی بھی مخطی کو اپنی خطا سے بھاگ کر اگر کسی بارگاہ میں پناہ مل سکتی ہے تو وہ فقط آپ ہی کی ذات ہے۔ یہ کہا اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔'' (البدایہ والنہایہ، جلد:۸، ص:۱۴۲)

ان دعاؤں سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ:

''ایک مرتبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضروریات سے فارغ ہوتے یا وضو کرتے تو میں دست مبارک پر پانی ڈالتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کرتہ دیکھا جو کاندھے سے پھٹ گیا تھا فرمایا: معاویہ تجھے کرتہ پہناؤں؟ میں نے عرض کیا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان۔ ضرور، ضرور۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کرتہ عنایت فرمایا۔ مگر میں نے ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا وہ میرے پاس اب تک موجود ہے۔ ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال ترشوائے۔ میں نے تھوڑے سے بال اور کترے ہوئے ناخن اٹھا لیے تھے وہ بھی آج تک میرے پاس محفوظ ہیں۔ جب میں مرجاؤں تو غسل کے بعد یہ بال اور ناخن میری آنکھوں کے حلقوں، نتھنوں اور سجدے کے مقامات پر رکھ دینا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ سینے پر رکھنا اوراس پر کفن پہنانا۔ پھر مجھے ارحم الراحمین کے حوالے کردینا۔ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی برکت سے میری مغفرت فرمادیں گے۔‘‘

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور شاعر کعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بطور انعام اپنی چادر مبارک عنایت فرمائی تھی ان کی وفات کے بعد یہ چادر مبارک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ورثاء سے بیس ہزار درہم کے عوض خرید لی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کفن میں یہی چادر مبارک استعمال ہوئی۔ ملاحظہ ہو:
(حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۱۰۶، مؤلفہ: میاں محمد سعید)

اہلِ تشیُّع کے نزدیک کربلا کی مٹی کی ٹکیہ پر سجدہ کرنے سے نماز مقبول اور قبر میں رکھنے سے عذاب کافور ہوجاتا ہے۔ حالانکہ اس سرزمین پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے زیادہ سے زیادہ آٹھ دن قیام فرمایا اور ٹکیہ والے حصہ پر تو قدم رکھنا بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا مگر اس کے باوجود تقریباً چودہ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی وہ ٹکیہ کی برکات کے قائل ہیں۔ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کفن میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کے ساتھ مَس کیا ہوا کرتہ، چادر، بال اور ناخن استعمال ہوئے تو کیا ان تبرکات کی کوئی فضیلت اور برکت نہیں ہوگی؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق تجہیز وتکفین کا عمل سرانجام دیا گیا اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۷۸ سال کی عمر میں باب الصغیر دمشق میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیے گئے۔

بہرحال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایمان واسلام کتاب وسنت، اجماعِ سلف اور نقل متواتر نیز خود ان کے قبولِ اسلام سے لے کر وفات تک کے واقعات وحالات کی روشنی میں آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن ہوکر سامنے آجاتا ہے جو ہر منصف مزاج انسان بالخصوص مؤمن بالقرآن کو انہیں مخلص مؤمن ومسلم تسلیم کرنے پر مجبور کردیتا ہے۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک وپرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

© rasailojaraid.com